R. N. 2186/53 Regd. No. A. 923

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

Telephone No. 19

Telegrams: "ANJUMAN"

قیمت
سالانہ تین روپے
ایک پرچہ
دس نئے پیسے
یوم اشاعت
۱، ۸، ۱۵، ۲۲

جلد ۲۱ - شمارہ ۱۹	ایڈیٹر - آل احمد سرور	علی گڑھ - ۱۵ مئی ۱۹۶۲ء

سلطان اشرف

محمد علی خاں اثر رام پوری - ایک جائزہ

اثر صاحب کا خاندانی نام محمد علی خاں - والد کا نام محمد شفیع خاں تخلص مجذوب تھا۔ اثر صاحب کی پیدائش ۱۸۹۵ء میں رام پور کے ایک محلہ گھیر میاں خاں میں ہوئی۔ اس زمانے کے اصول کے مطابق اثر صاحب کی ابتدائی تعلیم مکان سے شروع ہوئی - ۹ سال کی عمر میں کلام مجید ختم کیا۔ فارسی کا نصاب درس نظامی کا زیادہ اپنے والد اور دادا مولوی شاہ نواز خاں نوازؔ سے پڑھا۔ اس کے بعد تین سال تک مولوی عبد الرزاق طالب رام پوری سابق پروفیسر مدرسہ عالیہ سے کتب درسیہ کی تکمیل کی۔ عربی صرف و نحو کی کتابیں شرح جامی منطق اور عقاید کی کتابیں حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب مرحوم سے ۱۹۰۶ء سے ۱۹۱۰ء تک پڑھیں۔ ۱۹۱۱ء میں تلاش معاش کی وجہ سے عربی کی تکمیل ملتوی کر دی۔ اس کے بعد ۱۹۱۲ء میں بحالت ملازمت درجہ منشی کا امتحان دیا۔ پھر ۱۹۱۳ء میں درجہ منشی عالم کا امتحان دیا۔ درجہ منشی میں اثر صاحب کل پنجاب یونیورسٹی میں اول آئے تھے اسی طرح منشی عالم میں بھی اول ہی آئے ۱۹۱۴ء میں منشی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ ان علوم درسیہ کے علاوہ حافظ عظیم اللہ خاں صاحب سے خوش خطی سیکھی، خط نسخ حافظ جعفر علی خاں سے سیکھا، پہلی ملازمت ۱۹۱۰ء میں کی جو ۱۹۱۲ء تک چلتی رہی لیکن تنخواہ کم ہونے کی وجہ سے استعفیٰ دے دیا۔ اس کے بعد لونڈلا ہائی اسکول میں ہیڈ پرشین ٹیچری کی۔ اس کے بعد ریاست خیرپور سندھ کے بورڈنگ سپرنٹنڈنٹ ہوئے، لیکن رام پور سے دور ہونے اور گرمی زیادہ ہونے کی وجہ سے وہاں کی ملازمت چھوڑ دی، اس کے بعد رام پور آ گئے۔ رام پور آنے کے بعد سب سے پہلے ناظر سشن جج ہوئے۔ اکتوبر ۱۹۲۵ء میں منصرم سشن کورٹ۔ دسمبر ۱۹۲۹ء میں سکریٹری تعمیرات کے پیش کار اور اس کے بعد ریونیو منسٹر اور ہوم منسٹر کے پیش کار ہوئے۔ ۱۰ ارجون ۱۹۳۲ء کو نواب صاحب رام پور کے پیش کار ہوئے، اسٹیٹ کی ملازمت جنوری ۱۹۴۹ء میں ختم ہوئی۔

شاعری، اثر صاحب کا خاندانی ماحول چونکہ شعر و سخن کا تھا والد شاعر تھے دادا شاعر تھے اس وجہ سے اثر صاحب کی طبیعت پر اس ماحول کا خاطر خواہ اثر پڑا۔ پھر طبیعت بھی موزوں پائی تھی اس وجہ سے بہت جلد شعر موزوں فرمانے لگے، اثر صاحب نے اپنے قلمی تذکرہ "شعرائے رام پور" میں اپنے بارے میں خود لکھا ہے کہ شاعری کا ذوق پندرہ سال کی عمر میں ہوا۔

شاعری میں پہلے حافظ جلیل حسن صاحب مانک پوری کے شاگرد ہوئے۔ ان کے انتقال کے بعد حضرت آرزو لکھنوی کے شاگرد ہوئے، شعر و سخن کے علاوہ انھوں نے تحقیقی کام بھی کیا ہے جس کی تفصیل میں آگے پیش کروں گا، ابھی تک اثر صاحب کا دیوان غیر مطبوعہ شکل میں ہے۔ تحقیقی کاموں میں بھی ان کی صرف ایک تحقیقی کتابی شکل میں ابھی تک شائع ہو سکی ہے، ویسے مضامین کی صورت میں ان کے بے شمار تحقیقی مقالات ملک کے متعدد رسائل، مثلاً آج کل، ہمایوں، نگار، احسن، ہماری زبان، قومی زبان وغیرہ میں شائع ہوتے رہے ہیں۔

اثر صاحب کی مندرجہ ذیل مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتابوں کا پتہ چل سکا ہے۔ (۱) ذخیرہ معلومات (۲) ارمغان پارس (۳) انشائے جدید (۴) دلیش کے گیت (۵) نعتیہ کلام کا مجموعہ (۶) عاشقانہ کلام کا مجموعہ (۷) مسدس بے نظیر، اور آخری تحقیقی کارنامہ "خم کدۂ شعر و سخن" یعنی تذکرہ شعرائے رام پور۔

ذخیرۂ معلومات شائع ہو چکی ہے۔ یہ کتاب ہائی اسکول اور ایف۔ اے میں فارسی لینے والے طلبہ کے لئے تالیف کی گئی تھی۔

اس کتاب کی افادیت کا اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ کتاب علی گڑھ یونیورسٹی کے ایف۔ اے کے نصاب میں دو سال تک داخل رہی۔ اس کتاب کا کچھ مختصر اور بدلا ہوا روپ ارمغان پارس ہے یعنی ذخیرۂ معلومات کو اختصار اور اضافہ کے ساتھ طالب علموں کی سہولت کے خیال سے ارمغان پارس کے نام سے مرتب کر دیا۔ خود اثر صاحب نے اس کا ذکر ارمغان پارس کے دیباچہ میں اس طرح کر دیا ہے:۔

"میں نے ۱۹۱۳ء میں ایک کتاب موسوم بہ "ذخیرۂ معلومات" میٹریکولیشن کے فارسی مضامین لینے والے طلبہ کی امداد کی غرض سے تالیف کی تھی جس کو انتہائی اختصار کے ساتھ اور امتحانوں کے سوالات کے جوابات کا لحاظ رکھتے ہوئے پانچ ابواب پر تقسیم کر دیا ہے"

ارمغان پارس کو دیکھنے سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ یہ کب چھپی ہے لیکن اندازاً یہ ۱۹۳۵ء ۱۹۳۶ء میں چھپی ہے کیونکہ اثر صاحب نے لکھا ہے، مسودہ کا تمام و کمال حصہ میرے قابل فخر استاد حضرت علامہ زماں مولوی اولاد حسین صاحب شاداں بلگرامی مرحوم نے گذشتہ تعطیلات کے زمانے میں ملاحظہ فرما کر مفید ترمیمات سے سرفراز فرمایا ہے۔ افسوس اس کی اشاعت سے پہلے ہی موصوف نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ کتاب مولوی صاحب کے انتقال کے فوراً بعد شائع ہوئی۔

دوسرا ثبوت یہ ہے کہ یہ کتاب "ناظم پریس" رام پور میں چھپی ہے۔ ظاہر ہے ناظم پریس ۱۹۳۶ء سے پہلے نہیں تھا۔ اس لئے ذخیرۂ معلومات اور ارمغان پارس کا درمیانی وقفہ بیس اکیس سال ہوتا ہے۔

اثر صاحب کی تیسری تالیف "انشائے جدید" پرشین لیٹریچر سلسلہ کی ہے، یہ کتاب جید برقی پریس سے ۱۹۲۳ء میں پہلی بار چھپی تھی۔ "دیس کے گیت" یہ اثر صاحب کی چوتھی تالیف ہے جو رام پور کے بیسک اسکولوں کے لئے اثر صاحب نے مرتب کی تھی اس میں خود اثر صاحب کی نظمیں بھی شامل ہیں۔ اس کتاب میں اس بات کا التزام رکھا گیا ہے کہ بیسک اسکول کے بچوں کے معیار کی نظمیں ہونا چاہئیں۔ اثر صاحب کی ایک نظم کا کچھ حصہ ملاحظہ فرمائیں جو "دیس کے گیت" میں شامل ہے۔

رشک بدلی شہر ہمارا علم و ہنر کا جو گہوارا
دلی اودھ کی آنکھ کا تارا داغ و امیر کا مسکن ہے
سب سے اچھا اپنا وطن ہے

"کوسی" "کوہ" میٹھا دھارا پانی جس کا شستہ اسارا
کتنا دل کش کتنا پیارا قطرہ قطرہ ذرہ عدن ہے
سب سے اچھا اپنا وطن ہے

ہندو مسلم سب ہیں خرم ہر آفت سے جہاں کی بے غم
اپنے شہ کے دعا گو ہر دم نور وفا سے دل روشن ہے
سب سے اچھا اپنا وطن ہے

اثر صاحب کی پانچویں تالیف "مسدس بے نظیر" ہے۔ اثر صاحب نے مشہور ریختی گو "جان صاحب" لکھنوی کے "مسدس بے نظیر" کو جو غیر مطبوعہ شکل میں "رضا لائبریری رام پور" میں محفوظ تھا اپنے تحقیقی مقدمہ کے ساتھ ۱۹۶۵ء میں شائع کرا دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اثر صاحب نے اس مسدس کے تعارف میں تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے، جہاں تک ممکن تھا ہر پہلو پر روشنی ڈال دی ہے۔ اس کو پڑھنے کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے یہ ابھی حال کا واقعہ ہے اور ہم ابھی کچھ دیر پہلے اسی ماحول میں تھے۔

آخری اور تمام عمر کی تحقیق کا نچوڑ اثر صاحب کی کتاب "خمکدۂ شاعری" یعنی "تذکرہ شعرائے رام پور" ہے، جو ابھی تک کتابی شکل میں شائع نہیں ہو سکی ہے۔ لیکن قوی امید ہے کہ اب شاید جلد شائع ہو جائے گی۔ کیونکہ مشہور محقق جناب مالک رام صاحب اس کے سلسلے میں کوشاں ہیں امید ہے کہ مالک رام صاحب اس کو ضرور چھپوا دیں گے حقیقت بھی یہی ہے کہ اثر صاحب کی یہ کوشش منظر عام پر آنا چاہیے۔ رام پور اسکول پر کام کرنے والوں کے لئے اثر صاحب کا تذکرہ "شمع ہدایت" کا کام دے گا، اور حضرت امیر مینائی کے تذکرہ انتخاب یادگار کے بعد رام پور کی ادبی تاریخ کی اگر عکاسی کر سکتا ہے تو وہ یہی تذکرہ ہے جو اثر صاحب نے ترتیب دیا ہے۔ اس تذکرہ کے چھپنے کی سخت ضرورت ہے۔ رسائل میں مختلف اوقات میں اس کے بعض حصے شائع ہوتے رہے ہیں لیکن اب ضرورت اس بات کی ہے کہ یہ تذکرہ کتابی شکل میں شائع ہو۔

اثر صاحب جب تک ہوش کی حالت میں رہے انھوں نے کوشش کی، انجمن ترقی اردو ہند سے بھی اس سلسلے میں رجوع کیا۔ لیکن معلوم نہیں انجمن کیوں ایسی مفید کتاب کو شائع نہیں کر سکی جب کہ اسی انداز کا ایک دوسرا تحقیقی کارنامہ "تذکرہ شعرائے جے پور" از احترام الدین احمد شاغل انجمن ترقی اردو ہند نے بڑے اہتمام کے ساتھ شائع کیا تھا۔

اثر صاحب کی آخری اور بنیادی حیثیت ایک شاعر کی ہے۔ یہ ضرور ہے کہ اثر صاحب تحقیق کے میدان میں بھی کامیاب رہے۔ لیکن میں اثر صاحب کو بنیادی طور پر ایک شاعر مانتا ہوں کیوں کہ انھوں نے ادبی میدان میں قدم شاعری کے ذریعہ سے رکھا تھا اور اس میں انھوں نے کامیابی کے ساتھ اپنی شاعری کا تعارف کرا بھی دیا، مشاعروں میں داد تحسین بھی پائی، اور اپنی ادبی شعری خدمات کی بدولت "سرکاری وظیفہ" بھی پایا، مشاہیر شعر و ادب نے ان کے کلام کو برابر وقعت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ رسائل کے مدیروں نے اپنے موقر رسائل میں اثر صاحب کو نمایاں مقامات بھی دیئے ہیں۔ اس لئے مناسب سمجھتا ہوں کچھ مختصر تعارف اثر صاحب کی شاعری کا بھی کراتا چلوں، اثر صاحب نے غزل، نظم، رباعی، قطعہ، نعت ان تمام اصناف میں کوششیں کی ہیں۔ لیکن ان میں بھی وہ غزل میں زیادہ کامیاب ہیں۔ نمونہ حاضر ہے:۔

(باقی صفحہ ۸ پر)

ہماری زبان

۱۵ مئی ۱۹۶۲ء

بہار آمد نگار آمد نگار آمد قرار آمد

۱۳ مئی کو ایک سادہ اور پُروقار صحبت میں ڈاکٹر رادھا کرشنن صدرِ جمہوریہ کے اور ڈاکٹر ذاکر حسین نائب صدر کے عہدے پر فائز ہوئے۔ اس انتخاب پر ملک و قوم کو بجا طور پر مُبارکباد دینی چاہیئے اور توقع کرنا چاہیئے کہ ان رہنماؤں کی قیادت میں ہماری جمہوریت مضبوط ہوگی، عوام کی مادّی خوش حالی اور ذہنی ترقی کے وسائل مہیا ہوں گے فرقہ واریت، ذات پات، علاقائی پاسداری کے میلانات کم ہوں گے اور مشترک تہذیب کے ہر پہلو کی آب و تاب بڑھے گی۔

ڈاکٹر رادھا کرشنن نے نائب صدر کی حیثیت سے جو مقبولیت اور ہر دلعزیزی حاصل کی ہے، وہ محتاجِ بیان نہیں۔ ہندوستان کے اس جلیل القدر فرزند کو ساری علمی دنیا ایک مفکر، دانش ور، خطیب اور عظیم انسان کی حیثیت سے جانتی ہے۔ انھوں نے ہمارے سارے سفیروں سے زیادہ ہندوستان کے افکار و اقدار کی دنیا کے گوشے گوشے میں نمایندگی کی ہے۔ راجیہ سبھا کے چیرمین کی حیثیت سے انھوں نے اس ایوان کے وزن و وقار میں اضافہ کیا ہے۔ ڈاکٹر راجندر پرشاد کی علالت کے دوران میں وہ صدر کے فرائض بڑی خوبی سے انجام دیتے رہے ہیں، انھوں نے اعلیٰ التعلیم کے ہر پہلو پر غور و فکر کے بعد جو رپورٹ دی تھی وہ آج بھی ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے۔ مشرقی فلسفہ و ادبیات کی روح کو وہ بڑی صحت و خوبی کے ساتھ مغرب کے سامنے پیش کرتے رہے ہیں۔ جنوبی ہند سے تعلق کی وجہ سے اُن کا وجود قومی یکجہتی کا ضامن ہے۔ دس برس تک نائب صدر کی حیثیت سے وہ ڈاکٹر راجندر پرشاد سابق صدر اور پنڈت جواہر لال نہرو وزیر اعظم کے دستِ راست رہے ہیں۔ ان کا انتخاب ایک نیک شگون ہے کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہماری جمہوریت علم و دانش کو زیادہ اہمیت دیتی ہے کسی پارٹی کی ممبری اور عام سیاسی سرگرمیوں کو کم۔

ڈاکٹر ذاکر حسین بھی ملک کے مشہور ماہرینِ تعلیم میں سے ہیں۔ اُنھوں نے ایم۔ اے۔ او کالج علی گڑھ میں تعلیم پائی، اور جامعہ ملیہ اسلامیہ کے ننھے پودے کو اپنے خونِ جگر سے سینچا۔ اُنھوں نے گاندھی جی کے بنیادی تعلیم کے تصور کو تصویر بنایا۔ آزادی کے بعد مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کو حیاتِ نو عطا کی اور اس کے بعد بہار کے گورنر کی حیثیت سے اس ریاست کی صلاح و فلاح کی نگرانی کی۔ عملی سیاست سے کبھی ان کا تعلق نہیں رہا، گو وہ شروع سے قومی دھارے کے ساتھ رہے۔ لیکن انھوں نے سیاسی شہرت کے مقابلہ میں تعلیمی خدمت کے دائرے کو ترجیح دی۔ بڑی خوشی کی بات ہے کہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا سابق وائس چانسلر اور انجمن ترقی اُردو ہند کا سابق صدر، آج ہندستان کی جمہوریت کا نائب صدر ہے۔

ان دونوں رہنماؤں سے یہ توقع بے جا نہیں ہے کہ یہ ہمارے نظامِ حکومت پر کڑی نگرانی رکھیں گے جیسا کہ ڈاکٹر راجندر پرشاد سابق صدر نے ایک الوداعی تقریر میں کہا ہے۔ ہمارے سماج میں کچھ خرابیاں راہ پاگئی ہیں ان کو ایک دو آدمی دور نہیں کرسکتے، مگر ان کی ہمہ وقت نگرانی سے ان کو دور کرنے کا جذبہ، تحریک بن سکتا ہے۔ پست سیاست وعدوں پر عوام کو بہلاتی رہی ہے۔ ذات پات کی طاقت جمہوریت کے لئے خطرہ بن گئی ہے۔ فرقہ واریت کا زہر ابھی سماج میں موجود ہے اور وقتاً فوقتاً اس کے مضر اثرات ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ لسانی اقلیتوں کے ساتھ انصاف کے وعدے بہت ہیں، مگر عمل بہت کم ہے۔ اچھے اچھے لوگ سستی مقبولیت چاہتے ہیں اس لئے غلط اور مضر میلانات کی روک تھام کے لئے جس جی داری کی ضرورت ہے اس کا ثبوت نہیں دے سکتے۔ وزیر اعظم کی محبوبیت اور مقبولیت کی وجہ سے جو لوگ آج راج کر رہے ہیں، وہ انھیں کے اصولوں کو پامال کرتے ہیں۔ یہ میلان بدلنا چاہیئے۔ نئے صدر اور نئے نائب صدر اس سلسلے میں بہت کچھ کرسکتے ہیں۔ ملک ان کے اشاروں کا منتظر ہے۔ ساقی کو مے مردافگن عشق کے حریف کا انتظار ہے۔

انجمن ترقی اُردو راجستھان

جے پور۔ انجمن ترقی اُردو راجستھان کا تیسرا سالانہ جلسہ تاریخ ۷ مئی سنہ ۱۹۶۲ء کو مسلم مسافر خانہ جے پور میں منعقد ہوا جس میں جنرل سکریٹری نے اپنی سہ سالہ رپورٹ پیش کی۔

رپورٹ میں بالتفصیل بتایا گیا کہ تعلیم اور اردو کی درخواستوں کے متعلق حکومت راجستھان اور مرکزی حکومت نے تقریباً وہ تمام مطالبات منظور کرکے احکام جاری کردیئے جن کا مطالبہ ریاستی انجمن راجستھان نے کیا تھا مگر ان پر عمل نہیں کیا گیا نہ کیا جارہا ہے۔ اس کے بعد الحاج خان بہادر الطاف احمد صاحب خیری صدر انجمن راجستھان نے اپنے خطبۂ صدارت میں اس بات پر زور دیا کہ جناب حکومت ہند

ایک کمیشن مقرر کیا جائے جو اس امر کی تحقیقات کرے کہ احکام حکومت کی تعمیل کیوں نہیں کی گئی اور اس کے لئے مؤثر تدابیر کی جائیں اور قانون بنایا جائے۔ اس بابت میں بالاتفاق ایک ریزولیوشن بھی پاس کیا گیا جو ان تمام پہلوؤں پر حاوی ہے جن کی جانب خطبہ میں اشارہ کیا گیا ہے۔ مندوبین اور حاضرین کے پورے کثیر مجمع نے اس کی پرزور اور پرجوش تائید کی۔

اسی اجلاس میں آئندہ تین سال کے لئے عہدیداروں کے انتخابات بھی ہوئے۔ اور حسب ذیل اصحاب عہدے دار منتخب کئے گئے۔

(۱) الحاج خان بہادر الطاف احمد خیری سابق چیرمین ریونیو بورڈ راجستھان۔ صدر۔

(۲) راؤ بہادر پنڈت اونکار نراین بھساور۔ سابق کلکٹر ریاست راجستھان۔ نائب صدر۔

(۳) میجر۔ خان محمد برکت اللہ خاں پبلسٹی افسر گورنمنٹ آف راجستھان۔ نائب صدر۔

(۴) پنڈت کاشی پرشاد نواڑی ریٹائرڈ ڈی۔ آئی۔ جی پولیس راجستھان۔ خازن۔

(۵) مولوی احترام الدین احمد شاغل۔ جنرل سکریٹری۔

(۶) محمد مشیر الدین قریشی۔ جوائنٹ سکریٹری۔

(۷) منشی رام چندر نظر جواہر رقم۔ اسسٹنٹ سکریٹری۔

(۸) خان خدا داد خان مونس بی۔ ایس۔ سی۔ ایل ایل۔ بی۔ اسسٹنٹ سکریٹری۔

ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب

جامعہ اردو علی گڑھ میں

علی گڑھ۔ ۲۷ اپریل۔ جناب ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب گورنر صوبہ بہار نے گیارہ بجے دن دفتر جامعہ اردو کی نئی عمارت ملاحظہ فرمائی۔ موصوف نے عمارت کے مختلف حصوں کا معائنہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اتنی بڑی عمارت کا تصور بھی اُن کے ذہن میں نہ تھا۔

(رجسٹرار جامعہ اردو)

اردو مجلس کرنول کا ادبی اجتماع

کرنول۔ ۸ مئی۔ اردو مجلس کے زیر اہتمام ۵ مئی کو "اردو ہال" کرنول میں ایک عشائیہ ترتیب دیا گیا اس موقع پر صدر مجلس مسٹر محبوب علی خاں دیگر اراکین اور معززین شہر کی کثیر تعداد موجود تھی۔ اردو مجلس کے پروگرام و لائحہ عمل پر غور کیا گیا۔ اس ماہ یا اوائل جون میں کل ہند مشاعرہ خواتین منعقد کرکے اس کی آمدنی سے کرنول کے مرحوم شعرا کا کلام شائع کروانے کی تجویز منظور کی گئی۔ اس سے پہلے کل آندھرا و کل ہند مشاعروں کا محفوظ شدہ کلام سنایا گیا۔ دین و دنیا کے موضوع پر دلچسپ مباحثہ بھی منعقد ہوا۔ اراکین مجلس نے مسٹر غم کرنولی کی سابقہ خدمات کی ستائش کرتے ہوئے ان سے مستقبل میں بھی تعاون کرنے کی اپیل کی۔

اردو کانفرنس کے موقع پر کریم نگر میں "شب نغمہ"

ننھی فنکارہ بے بی تسنیم کو انعام

کریم نگر۔ ۸ مئی۔ انجمن ترقی اردو شاخ کریم نگر کے زیر اہتمام جو اردو کانفرنس منعقد ہو رہی تھی اس سلسلے میں راجہ وینکٹ ستیم راؤ آف لنسیپور نے مہمانوں کے اعزاز میں ایک پرتکلف ڈنر ترتیب دیا تھا۔ ڈنر کے بعد شب نغمہ منعقد ہوئی جس کی صدارت نواب میر احمد علی خاں وزیر تعمیرات نے کی۔ فائن آرٹس اکیڈیمی کے فنکاروں اور مقامی فنکاروں نے موسیقی اور مزاحیہ خاکوں پر مشتمل دلچسپ پروگرام پیش کیا۔ راجہ ستیم راؤ نے ننھی کلاکار بے بی تسنیم کو ایک صد روپے نقد انعام دیا۔ قبل ازیں مسٹر مکند لال مصرا نے وزیر تعمیرات کا خیر مقدم کیا۔ آخر میں مسٹر خان کنوینر پروگرام نے شکریہ ادا کیا۔

مجلس اقبال کا دو روزہ اجلاس

حیدرآباد۔ ۸ مئی۔ اقبال اکیڈیمی حیدرآباد کے زیر اہتمام مجلس اقبال کے دو روزہ اجلاس کل رات مدینہ منشن نارائن گوڑہ میں شروع ہوئے۔ پہلے اجلاس میں ڈاکٹر سید وحید الدین صدر شعبہ فلسفہ جامعہ عثمانیہ نے اپنی صدارتی تقریر میں اور عیاذ انصاری، اصغر خانم اور مغنی تبسم نے اپنے مقالوں میں اقبال کو ایک عظیم شاعر مفکر، معلم انسانیت اور مرد دانا کی حیثیت سے خراج عقیدت پیش کیا اور ان کے کلام کو اردو شاعری کا سرمایہ قرار دیا۔

ضروری گزارش

براہ مہربانی انجمن سے متعلق جملہ خط و کتابت اور ارسال زر "جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو ہند، علی گڑھ" کے پتے پر فرمائیے۔

بعض خطوں پر منصب کی بجائے نام لکھا ہوتا ہے ایسے خطوں کی تعمیل میں مختلف وجوہ سے دیر ہو جاتی ہے جس کے نام خط لکھا گیا ہے اگر وہ کارکن چھٹی پر ہو، بیمار ہو، دورے میں ہو یا عدم موجودگی کی کوئی اور صورت ہو تو وہ ڈاک کھلتی نہیں اور اہم خطوط کا جواب بروقت نہیں دیا جاسکتا۔ اس لئے سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ آپ ہمیشہ اپنے خط "جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ" کے پتے پر بھیجئے۔ شکریہ۔

شہاب سرمدی

حکم بر ستارہ کنم

نفس نفس میں بسائے نئے نئے عالم
کبھی نمو کا امیں ہوں کبھی ہوں ابرِ کرم
کئے سے ہو نہیں سکتی نشے کی لے مدھم
بیا بیا کہ منم وارثِ دوامِ لذتِ غم

امیر گرچہ حریفِ ست و محتسب پہ کمیں
"گدائے میکدہ ام لیک وقتِ مستی بیں
کہ ناز بر فلک و حکم بر ستارہ کنم"

مثالِ نکہتِ گل ہے طبیعتِ برہم
جو اس چمن میں ہے نشتر تو اس چمن میں علم
روش روش کو بناتا ہے جنتِ آدم
مزاجِ ست چہ داند شعارِ اہلِ ہمم

بہ کامِ چارہ گرم جامِ احتیاج کنید
"بہ دورِ لالہ دماغِ مرا علاج کنید
گر از میانۂ بزمِ طرب کنارہ کنم"

میں وہ نسیم ڈھلیں جس سے گوہرِ شبنم
میں وہ شمیم اڑے جس پہ رنگ کا پرچم
ہے آج فرش سے تا عرش ایک ہی عالم
نہادہ حکمتِ انساں بہ آں دیار قدم

جمالِ کون و مکاں راکسے تواں نہ نہفت
"ز روئے دوست مرا چوں گلِ مراد شگفت
حوالۂ سرِ دشمن بہ سنگِ خارہ کنم"

اسرار اکبر آبادی

شاخِ گل

کیف زا ہواؤں کے
نرم نرم جھونکوں سے
شاخِ گل گلستاں میں
اس طرح لچکتی ہے
جیسے ایک دوشیزہ
چاندنی کی چادر میں
اپنے نرم بستر پہ
کروٹیں بدلتی ہے

مہندر پرتاب چاند ایم اے

قطعہ

عید آج آئی ہے پیغامِ طرب لائی ہے
غم ہیں کافور مسرت کی گھٹا چھائی ہے
خار و خس لہکے ہوئے غنچہ و گل مہکے ہوئے
چمنِ ہند میں ہر سمت بہار آئی ہے

غزل

جوہر نظامی

عشقِ غیور پاسِ بداماں نہ ہو سکا
مرنا بھی شامِ ہجر میں آساں نہ ہو سکا
دل کو نشاطِ زیست کا ایقاں نہ ہو سکا
اتنا بھی تجھ سے جنبشِ مژگاں نہ ہو سکا
محویتِ جمال کا عالم نہ پوچھیے
دو روبرو تھے چاکِ گریباں نہ ہو سکا

محمد عرفان

کریں نہ اہلِ جفا فکرِ کشتگانِ ستم
ہمارے دل نے بس اب صبر اختیار کیا
حسین کتنا فریبِ امید ہے یعنی
پھر ان کے وعدۂ فردا پہ اعتبار کیا
حسابِ زیست کریں پیش کس طرح یارب
تمام عمر تو مرنے کا انتظار کیا
جو یاد آئے ترے زلف و رخ تو عرفاں نے
کبھی صبا کو کبھی گل کو رازدار کیا

رئیس اجمیری

خاروں کا تذکرہ نہ بگولوں کا ذکر ہے
نیرنگیٔ حیات کے پھولوں کا ذکر ہے
ترتیب دے رہا ہوں بغاوت کی داستاں
کچھ زندگی کے تلخ اصولوں کا ذکر ہے
چھوڑو رئیس عہدِ گذشتہ کی داستاں
شاہوں کا تذکرہ ہے رسولوں کا ذکر ہے

کمال مدراسی

جانِ ایماں تری الفت کو سمجھ رکھا ہے
لله الحمد ابھی صاحبِ ایماں ہوں میں
کیا برائی ہے جو تخفیفِ ستم ہو جائے
انگلیاں آپ پہ اٹھتی ہیں پشیماں ہوں میں
یہ محبت تو کبھی مجھ سے نہ چھوٹے گی کمال
اس محبت سے زمانہ میں نمایاں ہوں میں

نثار حسین اختر

سر کٹے تو کیوں نہ ایوانِ ستم بھی جل اٹھے
خون میں مظلوم کے اتنی حرارت چاہیے
امتیازِ بیش و کم پر تھام لیں ساقی کا ہاتھ
میکشوں میں کم سے کم اتنی جسارت چاہیے
اپنے قول و فعل کا لازم ہے احترام
آدمی میں کم سے کم اتنی شرافت چاہیے

دمرہ مدار ربہ شاد سکینہ بدایونی

بریاںؔ جہان آبادی

جہان آباد ضلع پیلی بھیت میں ایک قصبہ ہے جو شہر پیلی بھیت سے پچھم کی جانب چھ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ کسی زمانے میں یہاں علم و ادب کا بڑا چرچا تھا۔ سرورؔ جہان آبادی، کرامت حسین بہارؔ، منشی ریوتی لال بیجانؔ اور حکیم رگھبیر سہائے بریاںؔ جیسے مشاق و پرگو شعرا اس سرزمین کی رونق تھے۔ بریاںؔ اردو کے شاعر تھے ان کا نام رگھبیر سہائے تھا۔ ان کے آبا و اجداد شاہ جہاں کے زمانے میں ہجرت کر کے جہان آباد آگئے تھے۔ ان کے والد منشی ہر سہائے اردو اور فارسی کے ماہر تھے۔ بریاںؔ، سرورؔ جہان آبادی کے چچا زاد بھائی تھے۔ سرورؔ اور بریاںؔ نے مکتب میں تعلیم کی منازل ساتھ ساتھ طے کی تھیں۔ عربی اور فارسی کی تعلیم بریاںؔ اور سرورؔ نے کرامت حسین بہارؔ سے حاصل کی جو عربی اور فارسی میں کمال رکھتے تھے۔ بہارؔ ہی کی صحبت میں بریاںؔ نے شعر کہنے کی ابتدا کی۔ ابتدا میں انھیں کو کلام دکھایا اس کے بعد بیاںؔ یزدانی میرٹھی کے شاگرد ہو گئے۔

خود بھی بہت سے لوگوں کے استاد تھے۔ ان کے شاگردوں میں منشی رام بہادر لال جوہاؔ آنولوی بہت مشہور ہوئے ہیں جن کا شمار اساتذہ میں ہے۔ بریاںؔ کے صاحبزادے منشی آنند سروپ بسملؔ کا شمار بھی اردو کے قابل [illegible]

میں ہے۔ باپ بیٹے دونوں نے جنگ آزادی میں قید فرنگ کئی بار کاٹی ہے بلکہ بریاںؔ مرحوم نے بحالت نابینائی یہ سختی جھیلی بہتر برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔ بریاںؔ کا جسم بھاری، قد لانبا اور رنگ گیہواں تھا۔ ان کی غزلیات کا کوئی مجموعہ شائع نہیں ہوا کوئی دس سال ہوئے ان کی غزلوں کا ایک قلمی مجموعہ میں نے دیکھا تھا جس کا محروم اشاعت رہنا یقیناً ہماری بدنصیبی ہے۔

بریاںؔ ایک کہنہ مشق شاعر تھے اور اپنے دور کے شعرا میں ان کا شمار اساتذہ میں تھا۔ عروض و قافیہ اور علم کلام سے پوری طرح واقف تھے۔ کلام ملاحظہ فرمایئے:

مدت سے جمع تھے جو یہ گلہائے آرزو
کھنچا گیا گلاب تو اترا گلاب تھا
امیدیں خاک تھیں تو تمنائیں خون تھیں
اک سر پھرے کی بات ہمارا شباب تھا

تم نے وہ دکھ ہمیں پہنچائے ہیں اے بے درد
شکر بھی منہ سے نکلتا ہے تو شکوا ہو کر

کثرتِ مرگ عزیزاں نے کیا وہ سوگوار
ہم بہت روئے صف ماتم جہاں دیکھا گئے
ایک بھی تو چین کی صورت نظر آتی نہیں
عمر بھر ہم سیکڑوں کون و مکاں دیکھا گئے

رو دیئے روتے ہنسی جو آ گئی   دریا میں چمن تھا کیا کسی کا

یہ کیسا ناز ہے اے بلبلو فصل گلستاں پر
ذرا ڈالو نظر پھولوں کے اوراق پریشاں پر
اسیرانِ جفا لکھا ہے یہ دیوار زنداں پر
کہ آزادی رواں رہتی ہے ہر خون رگ جاں پر
یہ شاید وحشی شوریدہ سر کا خیر مقدم ہے
بگولے آ رہے ہیں اٹھ کے دامان بیاباں پر

اے گریہ ذرا دیکھ کے تو اشک بہانا
ٹکڑا کہیں آنکھوں سے نہ بہہ جائے جگر کا

واقف نہیں کون ہوں کہاں ہوں
عالم ہے یہ اپنی بے خودی کا

وہ زمانہ اور تھا جب آسماں چکر میں تھا
اب تو ساکت آسماں ہے اور زمیں چکر میں ہے

قومی یک جہتی کونسل کی لسانی کمیٹی

قومی یک جہتی کانفرنس منعقدہ دہلی کے گزشتہ ستمبر کے ایک جلسے میں جو قومی یک جہتی کونسل بنائی گئی تھی اس کا پہلا جلسہ ۲ اور ۳ر جون کو ہوگا۔ مرکزی وزیر داخلہ مسٹر لال بہادر شاستری نے راجیہ سبھا میں آج اس بات کا اعلان کیا۔

مسٹر لال بہادر نے کہا کہ جہاں تک زبان کے مسئلے کا تعلق ہے بہت سے اقدامات کیے گئے ہیں۔ مختلف مسائل خصوصاً اقلیتی زبانوں کے مختلف مسائل پر غور کرنے کے لئے ایک کمیٹی مقرر کردی گئی ہے۔ اس کمیٹی کا ایک جلسہ ہوا تھا اور اس میں بہت سے فیصلے کئے گئے جنھیں عمل درآمد کے لئے ریاستی حکومتوں کو بھیج دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ عام مسائل ہیں۔ انھوں نے کہا جو بات ضروری ہے وہ یہ ہے کہ ہمیں ملک کے اندر یک جہتی کی فضا پیدا کرنا ہے۔

"ہندی کی اشاعت سے ملک کے اتحاد میں خلل نہ پڑنا چاہئے"

ہندی والوں کو صدر جمہوریہ کا مشورہ

نئی دہلی ۱۰ر مئی۔ صدر جمہوریہ ڈاکٹر راجندر پرشاد نے آج ہندی بولنے والے لوگوں سے کہا کہ وہ اس بات کا خیال رکھیں کہ ہندی کی اشاعت سے ملک کے اتحاد میں کوئی خلل نہ پڑے۔

ڈاکٹر پرشاد نے جو راشٹرپتی بھون میں راشٹر بھاشا سمتی کی جانب سے کئے گئے ایک جلسے میں تقریر کر رہے تھے کہا کہ ہندی کو مقبول بنانے والوں کا یہ فرض ہے کہ جتنا ممکن ہوسکے وہ اس زبان کو آسان بنائیں تاکہ ہندی نہ جاننے والے بھی اسے اپنی زبان سمجھ کر سیکھیں۔ وہ یہ محسوس نہ کریں کہ یہ ان پر مسلط کی جارہی ہے۔ انھوں نے کہا کہ کسی قسم کے کام کو جو ہندی کی ترقی کے لئے کیا جائے عام لوگوں کے تعاون و ہمدردی سے کرنا چاہئے۔

ڈاکٹر پرشاد نے ہندی جاننے والوں کو یہ مشورہ دیا کہ وہ لوگوں کو اس کی اہمیت بتائیں اور اسے اس طرح سے پیش کریں کہ لوگ اسے اپنالیں۔

کرنول میں اُردو مجلس کا افتتاح

کرنول ۔ ۳ر مئی۔ اُردو مجلس کا افتتاحی جلسہ ۳ر اپریل کو اُردو بازار میں منعقد ہوا۔ علامہ حیرت القادری (مدراس) نے افتتاح کیا دفتر کو اُردو ہال کے نام سے موسوم کیا گیا جس کی دیواروں پر محمد قلی قطب شاہ سے آج تک کے ممتاز شعرا اور ادیبوں کی تصاویر آویزاں کی گئی ہیں۔ مولوی ایم محبوب علی خاں صدر اُردو مجلس نے تقریر کی۔ آر۔ آر۔ مدنی صاحب معتمد نے رپورٹ پڑھی جناب حیرت القادری کے علاوہ حبیب صدیقی، راج پریمی، عبدالرؤف خاں اور مسعود نواز خاں نے بھی تقاریر کیں۔ آخر میں ذاکر صابر مدارح، ارتجو اور عظیم کرنولی نے کلام سنایا۔ ہمی کے چیلے بوئے اور شیراز نے موسیقی پیش کی۔

حلقۂ فکر و فن کی نشست

۱۰ر مئی سنہ ۱۹۶۲ء کی شام کو جناب شہاب شمسی کی قیام گاہ پر طارق بی اے کی صدارت میں حلقۂ فکر و فن کی نشست منعقد ہوئی جس میں ادیبوں اور شاعروں کے علاوہ سامعین کی خاصی تعداد بھی موجود تھی۔　(شمس ہاشمی معتمد نشر و اشاعت)

بزم ادب کوٹہ شہر

۲ر مئی سنہ ۱۹۶۲ء کی شب کو بزم ادب کوٹہ کے رکن جناب طالب چندر راہی بیکانیری کے تبادلے کے سلسلے میں ایک اعزازی مشاعرہ بزم ادب کوٹہ کی جانب سے منعقد کیا گیا جس کی صدارت جناب چاند مظفر نگری نے فرمائی۔　(دو فین کوٹوی)

تالستائے کا وصیت نامہ

تالستائے میوزیم میں جو نئے قلمی نسخے رکھے گئے ہیں، ان میں "حاجی مراد" اور دوسری کتابوں کے مسودوں کے علاوہ ان کے دو وصیت نامے بھی شامل ہیں۔

ان میں سے ایک وصیت نامہ ۱۷ر جولائی اور دوسرا ۲۲ر جولائی ۱۹۱۰ء کا ہے جن پر تالستائے کے دستخط ہیں۔

پہلا وصیت نامہ ۱۷ر جولائی کا ہے لیکن جن گواہوں نے اس پر دستخط کئے تھے انھوں نے آخر تک تمام شرائط پوری نہیں کی تھیں اس لئے پانچ دن بعد تالستائے نے ایک نیا وصیت نامہ تیار کیا اور اس پر دستخط کردئے۔

اس وصیت نامے کے مطابق انھوں نے اپنی تمام ادبی تخلیقات کا وارث پوری قوم کو بنایا ہے۔ نامعروف صوبے کے گورنر نے جن کے دفتر میں تالستائے کا بیان آمدنی لازم تھا وزارت داخلہ کو وصیت نامے کے خلاف آمدنی کے احتجاج کی اطلاع دیتے ہوئے لکھا "اس وصیت نامے کے ذریعے بیوہ اور تمام افراد خاندان کو اس بے انتہا ترکے سے محروم کردیا گیا جس کی مالیت لاکھوں تک پہنچتی ہے۔ جس کی زیادہ اہم بات یہ ہے اور میرا خیال ہے کہ اسے ریاستی اہمیت بھی حاصل ہے کہ اس وصیت نامے کے ذریعہ کاؤنٹ تالستائی کی تمام تصنیفات کو عام لوگوں کے سپرد کردیا گیا ہے۔"

شیکسپیئر کا ڈراما ۱۹ سو پونڈ میں

لندن ۲۰ر مارچ۔ نیویارک کے ایک تاجر کتب نے لندن کے نیلام سے شیکسپیئر کے ڈرامے "ٹیمنگ آف دی شرو" (Taming of the Shrew) والے کا پہلا ایڈیشن ۱۹ سو پونڈ میں خریدا۔ یہ ایڈیشن مصنف کی وفات کے بعد ۱۶۳۱ء میں چھپا تھا۔ سنہ ۱۹۰۶ء میں یہ نسخہ صرف سو پونڈ میں فروخت ہوا تھا۔

فرینڈس سوسائٹی آگرہ

فرینڈس سوسائٹی کی جانب سے منعقد شدہ مولانا آزاد پر مقالہ نویسی کے مقابلہ میں مندرجہ ذیل شرکت کنندگان نے انعامات حاصل کئے:۔

اول انعام - بیگم سیدہ سلامت اللہ - استادوں کا مدرسہ جامعہ ملیہ اسلامیہ - نئی دہلی

دوم انعام - سید امتیاز علی متعلم بی ۔ اے متعلم بی ۔ اے (فائنل) شبلی نیشنل کالج ۔ اعظم گڑھ

سوم انعام - منور راحت - ادیب کامل جھم جھم گلی - آگرہ

مقالات کا مندرجہ ذیل حضرات نے مطالعہ فرماکر مندرجہ بالا شرکت کنندگان کو انعامات کا مستحق قرار فرمایا۔

۱ؔ علامہ میکش اکبرآبادی۔ ۲ؔ پروفیسر مغیث الدین صاحب فریدی صدر شعبہ اردو سینٹ جانس کالج آگرہ۔

۳ؔ پروفیسر سنت پرشاد صاحب ماہوش صدر شعبہ معاشیات آر ۔ بی ۔ ایس ۔ کالج ۔ دیال باغ۔ انعامات مورخہ ۲۷ رمئی شام کے ۵ بجے تقسیم کئے جائیں گے۔

دائرۂ فکرونظر گیا

۵ رمئی ۶۲ء کی شام کو "دائرۂ فکرونظر" کی ہفتہ وار تنقیدی نشست ملک کاٹیج میں زیرصدارت جناب اثر عثمانی منعقد ہوئی۔ حضرات شرکا میں ادیب گیاوی، عاصی داناپوری، فرحت القادری، منیر بھوجپوری پروفیسر افصح ظفر، سید ابوالعلی اور ابوالخیر ملک کے نام قابل ذکر ہیں جنھوں نے اپنی اپنی تخلیقات نظم و نثر سے حاضرین کو محظوظ کیا اور ایک دوسرے کو نہایت خلوص نیت سے علمی و فنی معلومات فراہم کیں۔

سوویت یونین میں ناول اور افسانوں کی مانگ

ماسکو (تاس) ۱۹۶۱ء میں سوویت یونین میں کہانیوں اور ناولوں کی ۵۰۰۰ کتابیں تین کروڑ سے زیادہ کی تعداد میں شائع ہوئیں۔

گذشتہ سال کہانیاں اور ناول ۷۰ زبانوں میں شائع ہوئے جن میں ۵۹ زبانیں خود سوویت یونین کی شامل ہیں۔ شائع شدہ کتابوں میں ۸۴ فی صدی ادیبوں کی نئی تصنیفات ہیں۔

سوویت یونین کی جمہوریتوں کی زبانوں میں کتابوں کی اشاعت میں اضافہ ہوا ہے۔ خاص طور پر ازبکستان، استونیا، بشکیریہ اور داغستان کی زبانوں میں نئی کتابیں زیادہ لکھی گئیں۔

بیرونی مصنفین کی کتابیں ۳۴ زبانوں سے ترجمہ کی گئیں۔ سوویت یونین میں پہلی بار کیمرون، کنیا، مڈغاسکر وغیرہ کے ادیبوں کی کتابیں شائع ہوئیں۔

بقیہ

محمد علی خاں اثر رامپوری - ایک جائزہ

الفت میں احتیاط بھی اب چارہ گر کہاں
پہنچی دلوں کی بات نظر در نظر کہاں
جب دور سے چلا تو اٹھا ہر طرف سے شور
ساقی ادھر کہاں مرے ساقی ادھر کہاں
نظریں اٹھیں نہ تھیں کہ گریں دل پہ بجلیاں
لایا ہے کھینچ کر مجھے ذوق نظر کہاں

نہ شکایت غم زندگی نہ مسرتوں کا خیال ہے
مرے دل کو غم ہی عزیز ہے کہ یہ دل کا اوج کمال ہے
یہ عجیب فصل بہار ہے کہ شگفتہ غنچۂ دل نہیں
مری حسرتوں کو نہ چھیڑ تو مجھے زندگی ہی وبال ہے

اتنا چھیڑیں انھیں نہ فرزانے — ہوش میں آنہ جائیں دیوانے
بات میں بات بڑھ گئی ورنہ — اک حقیقت ہے لاکھ افسانے
اپنے دل کی لگی بجھانے کو — شمع پہ گر رہے ہیں پروانے

حسن ادھر مست، ادھر عشق کو بھی ہوش نہیں
اب کوئی شے نہیں جو میکدہ بردوش نہیں
چشم میگوں نے کیا ایک ہی جلوے میں خراب
کس کو اب دیکھوں کہ اپنا ہی مجھے ہوش نہیں

آخری مصرع آج خود اثر صاحب پر کس قدر صادق آرہا ہے، شاعر کو کیا معلوم تھا کبھی خود اس کی حالت ایسی ہوسکتی ہے کہ اس کو خود اپنا ہی ہوش نہ رہے۔

ایک اور شعر سنئے جو ہے تو حقیقت میں اثر صاحب کا ہی لیکن غلطی سے جناب فاضل زیدی نے اپنے مضمون رسا رامپوری مشمولہ یگ ڈنڈی امرت سر ماہ اگست ۱۹۶۱ء میں رسا رامپوری سے منسوب کر دیا ہے۔ ؎

دیکھ کر جلوۂ حق بت کو کیا ہے سجدہ
سمت بھولا ہوں مگر قبلہ فراموش نہیں

ہائے دل یاد خدا بھول گیا — قبلے کو قبلہ نما بھول گیا
ہائے اک بات رہی جاتی ہے — کچھ ابھی کہنے کو تھا بھول گیا

بے جا نہ ہوگا اگر اس جگہ حضرت نظام رامپوری کا وہ مطلع یاد دلادوں

تم سے کچھ کہنے کو تھا بھول گیا — جانے کیا بات تھی کیا بھول گیا

اس مطلع کو نقل کرنے کا مطلب خدانخواستہ یہ نہیں کہ اثر صاحب کا تقابل میاں نظام شاہ صاحب سے کر رہا ہوں۔

اسی زمین میں اثر صاحب نے مقطع تو غضب کا نکال دیا ہے۔ ؎

یاد رکھنے کی ہے یاد اس کی اثر
ورنہ جو بھول گیا بھول گیا۔

کریم نگر انجمن ترقی اردو کانفرنس

کریم نگر۔ ۵ اور ۶ مئی ۱۹۶۲ء کو انجمن ترقی اردو شاخ کریم نگر (آندھرا پردیش) کی کانفرنس منعقد ہوئی۔ مسٹر نور الحسن جعفری کلکٹر ضلع نے کانفرنس کا افتتاح کیا۔ حبیب الرحمٰن صاحب معتمد انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش نے صدارت کے فرائض انجام دیے۔

مسٹر جعفری نے اپنی افتتاحی تقریر میں فرمایا کہ قومی اتحاد و یکجہتی کے لئے مشترکہ زبانوں کی ترویج اور ترقی بہت بڑا سرمایہ ہے۔ ہمیں جو سماج بنانا ہے اس میں جوڑنے والی طاقتوں کو ابھارنا چاہئے اور اردو ایسی ہی ایک طاقت ہے۔ ان الفاظ میں مسٹر نور الحسن جعفری کلکٹر ضلع کریم نگر نے آج شام کو کریم نگر ضلع اردو کانفرنس کا افتتاح کیا۔ موصوف نے اپنے خطبہ افتتاحیہ میں کہا کہ کریم نگر ضلع اردو کانفرنس کے افتتاح کی جو عزت مجھے سرفراز ہوئی ہے اس کے لئے میں معتمد انجمن ترقی اردو شاخ ضلع کریم نگر، معتمد انجمن ترقی اردو شاخ ضلع کریم نگر، صدر مجلس استقبالیہ کریم نگر ضلع اردو کانفرنس، معتمد عمومی مجلس استقبالیہ کریم نگر ضلع اردو کانفرنس اور دیگر احباب کا مشکور ہوں۔ حقیقت امر یہ ہے کہ اس کانفرنس کا افتتاح دراصل پی۔ وی۔ نرسمہا راؤ صاحب وزیر اطلاعات و تعلقات آندھرا پردیش کرانے والے تھے لیکن ان کی ناگہانی اہم مصروفیات کی وجہ سے یہ خوشگوار خدمت میرے سپرد ہوئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اردو کو اس کا جائز حق دلانے والے ہم خیال لوگوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ اور جوں جوں قومیت کے جذبہ کو صحیح معنوں میں فروغ ہوگا اور ہندوستانی جمہوریت کا تصور دلوں میں گھر کرے گا ہمارے اس قومی سرمایہ کے حسن اور عظمت کا اعتراف بھی بڑھے گا۔ اردو ایک قومی سرمایہ ہے۔ اس کی حفاظت سب ہندوستانیوں کا فرض ہے۔ اردو ہندو مسلم اتحاد کی زندہ نشانی اور ہماری مشترکہ قومی تہذیب کا کھلا ہوا ثبوت ہے۔ اردو جاننے والے ہندوستان کی سب سے بڑی لسانی اقلیت ہیں جو سارے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں اور جس میں ہر مذہب کے ماننے والے شامل ہیں۔ اس کی اس کل ہند اور بین الملکی حیثیت کو ہمیشہ اور ہر حال میں عزیز رکھنا چاہئے۔ اردو کے ادیبوں کی ایک عظیم الشان فہرست ہے جس میں ہندو مسلمان سکھ عیسائی اور پارسی ہیں غریب بھی ہیں اور مالدار بھی اور عوام بھی ہیں اور شہنشاہ بھی۔ اس زبان میں ہر مذہب کا لٹریچر موجود ہے۔ بدھ مذہب، آریہ سماج، سکھ، عیسائی اور اسلام کے ہزارہا تصانیف اس میں موجود ہیں۔ قرآن کریم۔ بھگوت گیتا۔ شری رامائن۔ گرنتھ صاحب اور انجیل مقدس کے ترجمے بھی ہیں جن کی ادبی حیثیت مسلم ہے۔ مختصر یہ کہ یہ زبان آپ کو بازاروں، خانقاہوں، درباروں، عبادت گاہوں غرض ہر جگہ ملے گی۔ مجھے خوشی ہے کہ آندھرا میں اردو کو علاقائی حیثیت دے دی گئی ہے جس پر یہاں کے باشندوں کو مبارکباد دیتا ہوں۔ اردو ہمارا ایک قیمتی ورثہ ہے جس کی ہمت افزائی ہونی چاہئے۔ شری سنجیوا ریڈی چیف منسٹر آندھرا پردیش نے ۲۲ دسمبر ۵۸ء کو اعلان فرمایا کہ یہ فیصلہ کیا جا چکا ہے کہ ریاست آندھرا پردیش میں تلگو کے مساوی اہمیت اردو کو دی جائے۔ ہم سب کو اردو کی بقا کے لئے کوشش کرنی چاہئے۔ آندھرا پردیش کی خوشحالی اور مرفع الحالی میں تلگو اور اردو ایک ساتھ اپنے قدر و بہتر حصہ ادا کرتے رہیں گے۔

اردو نہ کسی فرقے کی زبان ہے نہ کسی مذہب کی زبان ہے۔ نہ کسی حکومت میں زبردستی سے پھیلائی ہوئی زبان ہے۔ یہ تو جنتا کی بولی ہے لوگوں کی زبان ہے آپس کے میل جول کا پھل ہے میلوں ٹھیلوں۔ بازاروں منڈیوں کے ریل پیل میں بولی ہوئی زبان ہے۔ یہ پریم اور محبت کی زبان ہے رواداری کی زبان ہے میل ملاپ کی زبان ہے۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ میں اردو کے یہ گن خواہ مخواہ گا رہا ہوں ان کا ذکر اس لئے کرتا ہوں کہ ہمیں جو سماج بنانا ہے اس میں جوڑنے والی طاقتوں کو ابھارنا ہے۔ توڑنے والی طاقتوں کو دبانا ہے۔ زبان جوڑنے والی طاقت ہے۔ یہ دیا ن جوڑتی ہے۔ ہر زبان والے اسے ایک دوسرے سے الگ کرنے کا آلہ بنا لیتے ہیں۔ اس پر لڑتے ہیں کٹتے ہیں مرتے ہیں۔ ایک دوسرے پر آستینیں باندھتے ہیں۔ ایک ہی دیس میں ایک زبان والا علاقہ دوسری زبان والے علاقے سے ایسا برتاؤ کرتا ہے جیسے کوئی پرایا دیس ہو۔ اردو چونکہ دیس کے کسی ایک علاقہ میں محدود نہیں ہے ہر جگہ اس کو بولنے اور سمجھنے والے موجود ہیں اس لئے اس کو وحدت قومی کے بیدار کرنے میں سب سے آگے ہونا چاہئے لیکن پچھلی تاریخ نے اس میں بھی بہت سے پیچ ڈالے ہیں۔ کوئی کہتا ہے یہ پردیسی زبان ہے۔ اور اچھا مان لو کہ یہ مسلمانوں ہی کی زبان ہوتی تو بھی ہماری آزاد جمہوری نئی زندگی میں یہ کوئی عیب کی بات نہ ہوتی۔ ہر آدمی جو ہمارے دیس میں رہتا ہے اس کو اپنا دیس جانتا ہے اس کی عظمت کو مانتا ہے اس کی ترقی ہماری ترقی ہے۔ اردو تو محض مسلمانوں کی زبان نہیں ہے میں پوچھتا ہوں تربھون ابجر، جوالا پرشاد برق، رتن ناتھ سرشار، پروفیسر رام چندر، سدرشن، کرشن چندر، راجندر سنگھ بیدی، برج موہن دتاتریہ، نسیم، چکبست، فراق گورکھپوری، منشی نول کشور، لالہ سری رام صاحب خمخانہ جاوید، منوہر لال، منشی دیا نرائن کی زبان کو کوئی مسلمانوں کی زبان کیسے بتا سکتا ہے۔

مسٹر ایم رام گوپال ریڈی ایم ایل اے صدر مجلس استقبالیہ نے کریم نگر ضلع اردو کانفرنس کے افتتاحی اجلاس میں استقبالیہ تقریر کرتے ہوئے کہا کہ زبان تو کسی کا اجارہ نہیں جو سیکھتے ہیں وہ اس کی ہو جاتی ہے۔ اردو تو پھر ہندوستان کی مشترکہ تہذیب کی مظہر ہے۔ اس کی ترویج، ترقی اور بقا کا مطلب ہے مشترکہ تہذیب کی بقا۔ سر تیج بہادر سپرو نے بالکل سچ کہا ہے کہ اردو ہندوؤں اور مسلمانوں کی مشترکہ میراث ہے۔ اردو میر غالب اور اقبال ہی کی زبان نہیں بلکہ پنڈت رتن ناتھ سرشار، دیا شنکر نسیم اور برج نرائن چکبست کی بھی زبان ہے۔ وہ سب جو ملک کو سرسبز اور خوشحال دیکھنا چاہتے ہیں یقیناً اردو کی ترویج اور ترقی میں برابر کا حصہ لیں گے۔ اردو بولنے والوں کو اردو کے مستقبل سے مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہم کو دوسری زبانوں کے ادب پاروں کو اردو زبان میں منتقل کرنا ہوگا تاکہ اردو کی یہ تحریک وقت کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے اپنے مستقبل کو اور زیادہ روشن بنائے۔

انجمن ترقی اردو شاخ ضلع کریم نگر کی سرگرمیاں

(۱۹۵۹ء سے ۱۹۶۲ء تک کی رپورٹ)

(مسٹر ابو المکارم غازی الدین کمال کریم نگری معتمد انجمن ترقی اردو شاخ ضلع کریم نگر نے ۵ مئی کو افتتاحی اجلاس میں ۱۹۵۹ء میں انجمن کے قیام سے اب تک کی حسب ذیل رپورٹ پیش کی)

یکم نومبر ۱۹۵۶ء کو آندھرا پردیش کا قیام عمل میں آیا۔ آندھرا پردیش کے قیام کے بعد سے زیادہ مسائل بالخصوص اضلاع کے اردو مادری زبان والے افراد کے تھے۔ اردو تعلیم کا انتظام درہم برہم ہو گیا۔ مدرسوں سے اردو جماعتیں برخاست ہونے لگیں۔ سرکاری سائن بورڈز پر سے اردو غائب ہونے لگی۔ اردو داں ملازمین پر تخفیف کا کلہاڑا چلنے لگا۔ ان کی ترقیاں روک دی گئیں۔ اردو مادری زبان والوں میں اردو کے مستقبل کے تعلق سے مایوسی پیدا ہونے لگی۔ ان حالات میں انفرادی کوششیں بارآور نہیں ہو سکتی تھیں۔ اس لئے ان ہی حالات کی روشنی میں یہ طے کیا گیا کہ کریم نگر ضلع میں انجمن ترقی اردو کی شاخ قائم کی جائے۔ چنانچہ ضلع کریم نگر میں اردو کے موقف اس کی ترویج اور ترقی، اردو جماعتوں کے قیام اور دیگر متعلقہ مسائل کے بارے میں ۳ مئی ۱۹۵۹ء کو بمقام احاطہ دفتر مجلس بلدیہ کریم نگر، اردو کے بہی خواہوں کا ایک جلسہ منعقد ہوا۔ جس کی صدارت جناب مکند لال مصرا صاحب ایڈوکیٹ موجودہ صدر انجمن ترقی اردو شاخ ضلع کریم نگر نے کی۔ اس اجلاس میں انجمن ترقی اردو کی شاخ کے قیام کا فیصلہ کیا گیا اور اس سلسلے میں ایک تیاری کمیٹی تشکیل دی گئی۔

۷ مئی ۱۹۵۹ء کو ریاستی انجمن ترقی اردو کے دستور کی روشنی میں انجمن ترقی اردو شاخ ضلع کریم نگر کے قواعد و ضوابط مرتب کئے گئے۔ تیاری کمیٹی نے دو کام انجام دئے۔ ایک تو یہ کہ انجمن ترقی اردو کی شاخ کے قیام کے لئے رکنیت سازی کی مہم چلائی اور دوسرے یہ کہ اردو جماعتوں کے موقف اور قیام کے بارے میں محکمہ تعلیمات اور متعلقہ لوگوں سے نمائندگی کی۔ تیاری کمیٹی کے تین اجلاسوں کے انعقاد کے بعد یکم جولائی ۱۹۵۹ء کو مجلس انتظامی انجمن ترقی اردو شاخ ضلع کریم نگر کے انتخابات عمل میں آئے۔ جناب مکند لال مصرا صاحب صدر، جناب قاضی محمد بشیر الدین صاحب نائب صدر، ابو المکارم غازی الدین کمال کریم نگری معتمد، جناب رحمت شاہ خاں صاحب نائب معتمد، جناب رام پال لاہوٹی صاحب خازن منتخب ہوئے۔ عہدہ داروں کے علاوہ دس اراکین کا بھی انتخاب عمل آیا جن میں جناب عبد الباری صاحب فاروقی، جناب وی ترپت راؤ صاحب، جناب سید حبیب الرحمٰن صاحب، جناب محمد علی صاحب، جناب شیخ صالح صاحب، جناب حکیم سید وجیہ الدین صاحب، جناب ناصر الدین صاحب انصاری، جناب حکیم ناصر صدیقی صاحب، جناب ولی حیدر صاحب اور جناب امۃ الحبیب اختر انصاری صاحبہ شامل ہیں۔

دار المطالعہ کمیٹی

کام میں سہولت پیدا کرنے کے لئے مشاعرہ کمیٹی اور دار المطالعہ کمیٹی تشکیل دی گئی۔ بچوں میں ادب کا صحیح ذوق پیدا کرنے کے لئے شعبہ تربیت اطفال کا قیام عمل میں آیا۔ چند مہینے ہر اتوار کو بچوں کا پروگرام منعقد کیا گیا۔ لیکن چند مجبوریوں کی وجہ سے یہ پروگرام جاری نہ رہ سکا۔ ماہ جون ۱۹۶۲ء سے اس شعبہ کا نئے ڈھنگ سے آغاز کیا جائے گا۔ مرکزی و ریاستی انجمن اور دیگر اردو اداروں کی شائع کردہ ادبی کتابوں کی فروخت کے انتظام کے لئے مکتبہ کھولا گیا۔ مدارس اور سرکاری لائبریریوں میں اردو کتابیں فراہم کی گئیں۔

انجمن مصنفین

۲۰ فروری ۱۹۶۰ء کو انجمن ترقی اردو شاخ ضلع کریم نگر کے زیر اثر انجمن مصنفین کا قیام عمل میں آیا جس کے صدر جناب ایم اے غفار صاحب لکچرار گورنمنٹ کالج کریم نگر منتخب کئے گئے۔ سرکاری دفاتر کے سائن بورڈ پر اردو میں بھی لکھوانے کے لئے اپریل ۱۹۶۰ء کے پہلے ہفتے میں متعلقہ عہدہ داروں سے نمائندگی کی گئی۔ کوششیں بارآور ہوئیں۔ ۱۹۶۱ء کی مردم شماری میں مادری زبان اردو کی اہمیت کے تعلق سے کافی تشہیر کی گئی۔ ورقیے تقسیم کئے گئے۔ سنیماؤں میں سلائڈ دکھائے گئے۔ مختلف مقامات پر مردم شماری کمیٹیاں تشکیل دی گئیں۔ اخبارات میں اپیلیں شائع کی گئیں۔

لازمی تعلیم اسکیم

لازمی تعلیم اسکیم میں اردو کے موقف کے بارے میں غور و خوض کے لئے ۱۲ جون ۱۹۶۱ء کو مجلس انتظامی کا خصوصی اجلاس منعقد کیا گیا۔ جس میں اہم فیصلے کئے گئے اور ایک قرارداد بھی منظور کی گئی جس میں حکومت آندھرا پردیش کو مبارکباد دیتے ہوئے اسکیم کی موجودہ صورت اور اس کی خامیوں کے بارے میں روشنی ڈالی۔

ان تین برسوں میں انجمن ترقی اردو شاخ ضلع کریم نگر کی جانب سے کئی طرحی و غیر طرحی مشاعروں کے علاوہ "یوم حالی" "یوم غالب" "یوم اردو" "یوم سر سید" "یوم ٹیگور" اور "یوم منصور پر شدی" کے سلسلے میں سمپوزیم اور مشاعرے منعقد کئے گئے۔ آندھرا پردیش اردو کانفرنس منعقدہ دسمبر ۱۹۶۱ء میں کریم نگر کے نمائندوں کی کثیر تعداد نے شرکت کی اور ایک نئی طاقت اور روشنی حاصل کی۔

ڈاکٹر وحید اختر

تبصرے

خدا اور آدم کے گیت

مصنف: اثر بھارتی ۔ قیمت دو روپے۔

ناشر: اردو اکاڈمی ۱۲۳ ایلن بائی لائنز انبالہ چھاؤنی۔

اثر بھارتی خود اپنی شاعری کے بارے میں رقمطراز ہیں کہ "ان حسین گیتوں میں ویدوں کی عظمت گیتا کا گیان، انجیل مقدس کی روح، قرآن شریف کی فضیلت اور گرو گرنتھ صاحب کی آسمانی تعلیمات کا لب لباب ہے۔" وہ ایک خدا کے عرفان کے ذریعے بھارت کے اتحاد کے پیامبر ہیں اور اسی بنا پر نہرو کمیٹی کے انعام "اتحاد" کے مستحق۔ اثر بھارتی خود کو عظمت آدم کا مبلغ واحد شاعر سمجھتے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ جگر شراب میں غرق رہے، ساغر نظامی سایۂ زلف بتاں کے اسیر ہیں۔ جوش شاہد و ساقی کے پرستار۔ فراق کے لئے بھی ان کی رائے کچھ ایسی ہی ہے۔ اور فوج، جوش ملسیانی، مخدوم اور ساحر جالندھری کا شمار ان کے نزدیک محض کلاسیکی شاعروں میں ہے۔ اس لحاظ سے اقبال کے بعد (یا اقبال سے بھی پہلے) فکر کے لحاظ سے صرف اثر بھارتی کا نام آنا چاہئے! اقبال کے طرز سخن سے اس حد تک متاثر ہیں کہ انھوں نے "جاوید کے نام" اس عنوان پر خود بھی ایک نظم لکھ دی ہے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہر شاعر کا فرض ہے کہ وہ اقبال کی طرح جاوید کے نام کچھ نہ کچھ پیغام ضرور چھوڑ جائے۔

زیر نظر مجموعے کی تمام نظمیں آدم ہی کے عنوان سے لکھی گئی ہیں اور شاعر کے دعوے کے مطابق ہر ایک کی بنیاد گیتا، قرآن، وید، انجیل، یا گرو گرنتھ صاحب کے کسی نہ کسی بہت ہی گہرے مابعد الطبعیاتی فلسفے پر رکھی گئی ہے۔ اس مجموعے میں ایک مقدمہ انگریزی میں Glory of God کے عنوان سے ہے جس میں خود اثر بھارتی کی عظمت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اثر بھارتی کے عنوان سے علیحدہ بھی دو اور مضامین انگریزی ہی میں ہیں جن میں سے ایک کی سرخی ہے "Singer of man, God and his creation" اور دوسرے کا عنوان ہے "Asar Bharati - A poet of the renaissance of man" اس طرح سے انگریزی کا حصہ ۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اردو کا حصہ ۸۴ صفحات پر پھیلا ہوا ہے جس میں ۲۶ صفحات اثر بھارتی کی "شاعرانہ عظمت" پر روشنی ڈالتے ہیں اور انداز تحریر سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ نثری شہ پارہ خود شاعر ہی کے زور قلم کا نتیجہ ہے۔ اس مختصر مجموعے پر چھپائی ہوئی سنہری جلد منڈھی گئی ہے اور قیمت صرف دو روپے رکھی گئی ہے۔

اثر بھارتی نے خود ہی اپنے متعلق اتنا کچھ لکھ دیا ہے جس کا حوالہ اوپر دیا جا چکا ہے تو اس باب میں تبصرہ نگار کا کچھ لکھنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہوگا۔

روئداد خیال

مصنف: ڈاکٹر احمد محی الدین۔

اس شعری مجموعے کے مصنف ڈاکٹر ہیں اور اناٹمی ڈیپارٹمنٹ ملایا یونیورسٹی سنگاپور میں برسرروزگار ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنا یہ مجموعہ محض اپنے ذوق و شوق کے اظہار کے لئے شائع کیا ہے اور اس کا محرک ان ہی کے الفاظ میں "سائنس کی دنیا کا نعرہ شائع کرو ورنہ مرجاؤ" ہے۔ اس مجموعے میں صرف نظمیں ہیں اور ان کی زبان وہ اردو ہے جو غیر ممالک میں بولی اور لکھی جاتی ہے۔ نظمیں موضوع اور انداز بیان کے لحاظ سے جدت کے کئی پہلو رکھتی ہیں۔ لیکن شاعر کسی غلط فہمی میں مبتلا نہیں اور اس نے انتہائی انکسار سے یہ لکھ دیا ہے کہ "میری آزاد نظموں کو میرے سخن شناس احباب کی رائے میں کسی طرح نظم کی تعریف میں داخل ہی نہیں کیا جا سکتا" اس انکسار کے باوجود آزاد نظم میں یہ نیا تجربہ مخلصانہ کوشش ضرور ہے۔

چونکہ کتاب کے ملنے کا پتہ اور قیمت کہیں درج نہیں اس لئے قارئین کی اس سلسلے میں کوئی رہنمائی نہیں کی جا سکتی۔

دیر و حرم

مصنف: مسلم انصاری ۔ قیمت: ۲/۵۰

ملنے کا پتہ: انصاری بکڈپو۔ الہی باغ۔ گورکھپور (یو۔پی)

مسلم انصاری گورکھپور کے ایک خوش فکر شاعر ہیں اور ریلوے کی خشک اور شاعری شکن ملازمت کے باوجود اچھے شعر کہتے ہیں۔ دیر و حرم ان کا پہلا مجموعہ ہے جس کا تعارف کئی حضرات نے کروایا ہے جن میں فرقت کاکوروی صاحب بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ انھوں نے اپنے مخصوص طنزیہ اور ظریفانہ انداز میں شاعر اور اس کے کلام کی خوبیوں سے ہمیں متعارف کروایا ہے۔ ابتدا میں قطعات ہیں، جن میں سے کچھ کے لکھوانے میں یہ جدت کی گئی ہے کہ مختلف اقلیدسی شکلیں بن جاتی ہیں۔ دوسرا حصہ منظومات کے عنوان سے ۱۸ نظموں پر مشتمل ہے۔ ۱۹ویں نظم کا عنوان ہے ریختی اور یہ دراصل تضمین ہے حضرت اثر لکھنوی کے چار شعروں کی! غزلیات کے حصے کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ غم دوراں اور غم جاناں۔ اس طرح ان دونوں غموں کو ایک ہی غزل میں یکجا کر دینے کی "بدعت" سے احتراز کیا گیا ہے۔ مسلم انصاری کی غزلوں میں بعض شعر بہت خوبصورت مل جاتے ہیں جن میں نشتریت بھی ہے اور نیاپن بھی۔ نظموں میں کہیں کہیں فن کی بعض معمولی لغزشیں ہیں اور ایک دو جگہ بحر قابو میں نہیں رہی۔ ۱۷۶ صفحات کا یہ مجموعہ اچھے کاغذ پر صاف ستھری کتابت طباعت کا نمونہ ہے۔ اس لحاظ سے اس کی قیمت دو روپے پچاس پیسے زائد نہیں۔

ہماری زبان کی سالانہ قیمت صرف تین روپے
[illegible]
منیجر

انجمن کی مطبوعات

اردو ہندی ڈکشنری	مرتبہ انجمن ترقی اردو	قیمت ۲۰٫۰۰
باپو کے قدموں میں	ڈاکٹر راجندر پرشاد	۱۵٫۰۰
سیاسیات کے اصول (مکمل)	ہارون خاں شروانی	۲۵٫۰۰
دھمپد	منور لکھنوی (مترجم)	۲٫۰۰
اسلام کے علاوہ مذاہب کی ترویج میں اردو کا حصہ	ڈاکٹر محمد عزیز	۵٫۰۰
ہندی ادب کی تاریخ	ڈاکٹر محمد حسن	۵٫۵۰
قومی تہذیب کا مسئلہ	ڈاکٹر سید عابد حسین	۶٫۰۰
ہندوستانی سماجیات	ڈاکٹر جعفر حسن	۴٫۵۰
ادبی قومی تذکرے (اول)	گلشن پرشاد کول	۶٫۵۰
" (دوم)	"	۴٫۵۰
اسلامی فن تعمیر	مبارز الدین رفعت	۶٫۰۰
کچھ زر کی بابت (مجلد)	ابو سالم	۴٫۵۰
نفسیات افواہ	ولی الرحمٰن	۱٫۷۵
اطلاقی سماجیات	ڈاکٹر جعفر حسن	۴٫۵۰
انواع فلسفہ (مجلد)	ظفر حسین خاں	۵٫۵۰
ایک مشرقی کتب خانہ	مبارز الدین رفعت	۳٫۰۰
مذہب اور دھرم	مہاتما گاندھی	۴٫۰۰
مشترکہ زبان	"	۴٫۵۰
پرچھائیں	آصف علی	۴٫۰۰
حیات اجمل	قاضی عبدالغفار	۸٫۰۰
محاسن کلام غالب	ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری	۱٫۰۰
اردو کی ابتدائی نشو و نما صوفیائے کرام کا کام	مولوی عبدالحق	۱٫۰۰
زنداں نامہ (مجموعہ کلام)	فیض احمد فیض	۲٫۲۵
ذکر حافظ	سجاد ظہیر	۲٫۲۵
تنقیدیں	ڈاکٹر خورشید الاسلام	۴٫۵۰
ترقی پسند ادب (نیا ایڈیشن)	سردار جعفری	۳٫۷۵
مقالات حالی (حصہ اول)	حالی	۳٫۲۵
اردو صرف و نحو (جدید ایڈیشن)	مولوی عبدالحق	۱٫۰۰
چند ہم عصر	"	۱٫۲۵
شکنتلا (اردو ترجمہ)	بیگم قدسیہ زیدی	۲٫۰۰

شکنتلا (ہندی ترجمہ)	بیگم قدسیہ زیدی	۲٫۰۰
سن ستاون	پنڈت سندر لال	۴٫۰۰
نوائے ظفر	خلیل الرحمٰن اعظمی	۳٫۲۵
تذکرہ شعرائے جے پور	احتشام الدین احمد شاغل	۶٫۵۰
آئینۂ حقیقت	پنڈت حبیب الرحمٰن شاستری	۲٫۰۰
شوپنہار	مجنوں گورکھپوری	۱٫۵۰
ہندوستانی اخبار نویسی	عتیق صدیقی	۱۲٫۰۰
دیوان غالب	امتیاز علی عرشی	۲۰٫۰۰
ہندی ادب کی تاریخ	ڈاکٹر محمد حسن	۵٫۵۰
انتخاب دیوان مومن	حامد حسن قادری	۳٫۵۰
کچھ ذرے کچھ تارے (مجموعہ کلام)	آنند نرائن ملا	۲٫۵۰
حالی کی ایک جھلک	بیگم صالحہ عابد حسین	۱٫۵۰
اردو غزل (جدید ایڈیشن)	ڈاکٹر یوسف حسین خاں	۹٫۰۰
الایام	ڈاکٹر طٰہٰ حسین	۴٫۰۰
سخن مختصر (نیا مجموعہ کلام)	جذبی	۲٫۰۰
تاریخ جمالیات	مجنوں گورکھپوری	۲٫۰۰
انجم کدہ	عزیز لکھنوی	۲٫۵۰
غزل اور درس غزل	اختر انصاری	۲٫۰۰
نئے ڈرامے	مرتبہ ڈاکٹر محمد حسن	۵٫۰۰
دیمک کی کہانی	ڈاکٹر عبدالبصیر خاں	۲٫۰۰
گلکرسٹ اور اس کا عہد	عتیق صدیقی	۷٫۰۰
غالب	ڈاکٹر خورشید الاسلام	۶٫۰۰
شاد کی کہانی شاد کی زبانی	محمد مسلم	۵٫۰۰
بھگوت گیتا	محمد اجمل خاں	۲٫۵۰
نئی روشنی	محمد فضل الرحمٰن	۱٫۵۰

شعرا کے انتخابات

(ہر انتخاب کی قیمت ۷۵ نئے پیسے)

جذبی۔ مخدوم۔ سکندر علی وجد۔ جگر بریلوی۔ حبیب احمد صدیقی۔ فیض۔ تاباں۔ شاد عارفی۔ مجاز۔ فراق گورکھپوری۔ اختر انصاری۔ اثر لکھنوی۔ جاں نثار اختر۔ یگانہ چنگیزی۔ آنند نرائن ملا۔

انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ

پبلشر نذیر حسن پرنٹر ضمیر الدین قریشی نے مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ میں چھپوا کر مرکزی انجمن سے شائع کیا